OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.13 Issue 14 December 2023

پاکستان میں تفرقہ بازی اور تکفیری سوچ کا رجحان: اسباب، اثرات اور اس کا حل

SECTARIANISM AND TENDENCY OF TAKFĪR IN PAKISTAN: REASONS, EFFECTS AND REMEDIES

Muhammad Ahmad Raza
M.Phil Scholar - Islamic Studies, National College of Business Administration and Economics (NCBAE) Campus Rahim Yar Khan

Rabia Tus Saleha
Lecturer, Department of Shariah & Law, The Islamia University of Bahawalpur.

Abstract: This research explains the causes and the solutions of the tendency of takfīr in Pakistan. In this perspective, the paper covers fundamental rulings of takfīr while citing distinct narratives of the jurists and leading towards a collective and inclusive narrative. The best solution to eradicate the tendency of takfīr is the introduction, awareness as well as implementation of the rulings of takfīr through a proper jurisdiction as prescribed by jurists under the conception of Sharī'ah. Sharī'ah classifies *a'māl*(actions) and *'aqīdah*(belief) under two different categoriesacknowledged as thet wo sole bases of Islam. Implication of *Fatwā-e-Takfīr* will be executed just on contradicting with *'aqīdah.* While, a contradiction with the rulings of*a'māl*will never lead to the implication of *Fatwā-e-Takfīr*. These rulings and recommendations are vigorous to build a peaceful society while preventing hatred, extremism and violence in a society. Additionally, the paper presents certain examples from contemporary era that identify the tendency of takfīr and prejudice at a large scale in the current society, being irrespective to prescribed rulings. This paper will help to build and advance a peaceful society while eradicating the tendency of takfīr.
Keywords: takfīr, fatwā, fatwākufar, tafarqa, sectarianism.

اسلام ایک عالمگیر مذہب اور دین ہے جس میں قیامت کی صبح تک لوگوں کے لئے مکمل ضابطہ حیات موجود ہے۔ اسلام انسانی زندگی کو کامیاب کرنے کے اصول مہیا کرنے کے ساتھ معاشرے کو پرامن رکھنے کے اصول بھی سکھاتا ہے۔ اسلام اختلاف رائے کو تسلیم کرتا ہے اور دوسرے کی رائے کے احترام کو یقینی بناتا ہے۔ لیکن افسوس کہ آج ہمارے معاشرے میں کسی دوسرے کی رائے کے مختلف ہونے کی صورت میں ہم غیر جانبدار رہ کر اس کے دلائل سننے اور پڑھنے کی بجائے فقط مخالف کی رائے کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ ہم دوسرے کی رائے کو احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور فقط رد کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے فرقہ واریت کی ابتداء ہوتی ہے۔ چونکہ فرقہ واریت میں کم علمی، تعصب اور فقط اپنے مؤقف کی جیت جیسے اسباب کارفرما ہوتے ہیں۔ اس لیے فرقہ واریت ہی شدت اختیار کر کے تضلیل و تکفیر کے فتوؤں تک پہنچ جاتی ہے اور نتیجتاً معاشرے کے اتحاد کے لئے زہر قاتل ثابت ہوتی ہے۔ اسلام نے جابجا تفرقہ بازی اور بلاوجہ کے اختلاف سے منع کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءهم البينات وأولئك لهم عذاب عظيم.[1]
>
> اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور جب ان کے پاس واضح نشانیاں آچکیں اس کے بعد بھی اختلاف کرنے لگے، اور انہی لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے۔

اس آیت کریمہ میں واضح الفاظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ دلائل و براہین کے بعد تفرقہ واختلاف کرنا دردناک عذاب کا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی تفرقہ بازی سے سختی سے منع فرمایا اور اسے جہنم قرار دیا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

> يد الله مع الجماعة ومن شذ شذ إلى النار۔[2]
>
> اجتماعی وحدت کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے، جو کوئی اس سے جدا ہو گا جہنم میں جا گرے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی واضح ارشاد فرمایا کہ اتحاد میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہے جبکہ اتحاد سے الگ ہونا اور تفرقہ بازی کرنا جہنم کا سبب ہے۔ تفرقہ بازی کا سب سے بڑا سبب کم علمی اور جہالت ہے۔ جہاں علم سیکھنا فرض ہے وہیں رسول اللہ ﷺ نے بغیر علم کے فتویٰ دینے سے بھی سختی سے منع فرمایا ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ:

> عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله ﷺ: من أفتي بغير علم كان إثمه على من أفتاه۔[3]
>
> حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہو گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی رائے سے بغیر علم کے قرآن کریم کے بارے میں رائے دینے سے سختی سے منع فرمایا۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار۔[4]

جس نے قرآن کریم میں بغیر علم کے کچھ کہا، پس وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

اسی طرح دوسری روایت میں فرمان نبوی ﷺ ہے:

من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ۔[5]

جس نے قرآن کریم کے بارے میں اپنے رائے سے کچھ کہا، پس وہ درست (بھی) ہو، تحقیق اس نے خطا کی۔

گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے بغیر علم اور اپنے رائے سے قرآن کی تفسیر اور احکام بیان کرنے پر سخت تنبیہ فرمائی، حتی کہ اگر کہنے والا شخص بغیر علم کے درست بات بھی کر دے تب بھی غلط ہے۔ لہذا بغیر علم کے رائے قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی فتوی دینے کی اجازت ہے۔ اگر ہم ان احادیث کو اپنے معاشرے پر لاگو کر لیں، اور صاحبان علم کسی بھی ایسے مسئلے میں جو اس کی فیلڈ سے متعلقہ نہیں ہے، رائے قائم کرنے سے گریز کرے تو بہت سے اختلافی مسائل ختم ہو جائیں۔ کم علمی کی بنیاد پر ہونے والا اختلاف ہی بڑھ کر تفرقہ بازی اور پھر تضلیل و تکفیر تک پہنچ جاتا ہے۔

تضلیل و تکفیری سوچ کا ایک بہترین حل یہ ہے کہ امت مسلمہ کے سامنے عقائد اور معمولات کے فرق کو واضح کیا جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ فتوی کفر فقط عقیدہ سے انحراف پر ہوتا ہے نہ کہ عمل کی بنیاد پر۔ مزید اصول تکفیر کو واضح کیا جائے تاکہ تکفیری سوچ کا رد کر کے ایک دوسرے کو مسلمان ماننے کا حوصلہ اور بین المسالک ہم آہنگی پیدا ہو۔ اللہ کریم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

يأيها الذين آمنوا إذا ضربتم في سبيل الله فتبينوا ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام لست مؤمنا تبتغون عرض الحياة الدنيا فعند الله مغانم كثيرة كذلك كنتم من قبل فمن الله عليكم فتبينوا إنّ الله كان بما تعملون خبيرا۔[6]

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) سفر پر نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور اس کو جو تمہیں سلام کرے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، تم (ایک مسلمان کو کافر کہہ کر مارنے کے بعد مال غنیمت کی صورت میں) دنیوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو تو (یقین کرو) اللہ کے پاس بہت اموال غنیمت ہیں۔ اس سے بیشتر تم تو ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا (اور تم مسلمان ہو گئے) پس (دوسروں کے بارے میں) تحقیق کر لیا کرو۔ بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو بغیر تحقیق کے کافر کہنا جائز نہیں اور یہ وبال عظیم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> عن ابن عمر رضي الله عنهما يقول: قال رسول الله ﷺ: أيما امرئ قال لأخيه: يا كافر، فقد باء بها أحدهما، إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه۔[7]
>
> حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کو کہا، اے کافر، تو کفر دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا۔ اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو ٹھیک ورنہ کہنے والے کی طرف کفر لوٹ آئے گا۔

افسوس آجکل امت مسلمہ میں تکثیر کی بجائے تکفیر پر زیادہ زور ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آج ہمارے ہاں کوئی ایسی نامور شخصیت نہیں جو تکفیر سے محفوظ ہو۔ امام ابو اللیث سمرقندی امام ابو حنیفہ کا قول نقل کرتے ہیں:

> رای ابو حنیفة ابنه یتکلم فی الکلام فنهاه فقال: انت تتکلم فیه فقال: نحن نتکلم کان الطیر علی رؤوسنا وانتم تتکلمون ویرید کل واحد منکم کفر صاحبه و من اراد کفر صاحبه فقد کفر هو۔[8]
>
> امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے اپنے بیٹے کو مناظرہ کرتے دیکھا تو اس کو منع کر دیا۔ آپ کے بیٹے نے کہا کہ آپ خود تو یہ کام کرتے ہیں! امام ابو حنیفہ نے فرمایا، ہم بات اس طرح کرتے ہیں کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ تم مناظرہ کرتے ہو تو تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا کفر چاہتا ہے۔

قرآن کریم کی آیت مبارکہ، احادیث مبارکہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے بیٹے کو کی گئی نصیحت آج ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ کسی مسلمان کی کب تکفیر جائز ہے اور کب نہیں، یہ اصول تکفیر سے ہی واضح ہو سکتا ہے۔ فقہاء نے کسی بھی مسلمان کی تکفیر کے اصول و قواعد بہت وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔

لزوم کفر اور التزام کفر

اصول تکفیر کی طرف جانے سے پہلے لزوم کفر اور التزام کفر کا فرق واضح کرنا اہم ہے۔ فتویٰ کفر میں کبھی لزوم کفر ہوتا ہے اور کبھی التزام کفر۔ فقہاء کے ہاں لزوم کفر پر حکم کفر لاگو نہیں ہوتا بلکہ التزام کفر حکم تکفیر ہو گا۔[9] دار الافتاء دار العلوم دیوبند (انڈیا) نے ایک فتوے کے جواب میں لزوم کفر اور التزام کفر کو ان الفاظ کے ساتھ واضح کیا کہ:

> التزام میں تو آدمی کفریہ اعمال اپنے قصد و اختیار سے کرتا ہے اور لزوم میں قصد و اختیار نہیں پایا جاتا ہے بلا قصد و اختیار کے کرتا ہے اور بعد میں اس پر کفر کا حکم لازم ہو جاتا ہے۔[10]

المواقف میں ہے:

من يلزمه الكفر ولا يعلم به لم قلتم أنه كافر۔[11]

جس کے کلام سے کفر لازم آتا ہو اور وہ اسے نہ جانتا ہو تو کافر نہیں ہوگا۔

یعنی بعض اوقات کسی شخص کے قول یا فعل سے لزوم کفر ہوتا ہے لیکن قائل یا فاعل کی اس طرف توجہ نہیں ہوتی۔ لزوم کفر والے کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ لیکن اگر اسے خبردار کیا جائے اور وہ اس پر مصر رہے اور توبہ نہ کرے تو یہ التزام کفر ہے۔ التزام کفر سے حکم تکفیر لگے گا۔ فقہاء امت کے ہاں کسی مسلمان کے عمل کو دیکھتے ہوئے فوراً تکفیر کرنا جائز نہیں۔

ان جمهور المتكلمين و الفقهاء على انه لا يكفر احد من اهل القبلة۔[12]

بے شک جمہور متکلمین اور فقہاء (اس پر متفق ہیں کہ) اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اہل قبلہ کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ عبداللہ بن الجبرین لکھتے ہیں:

المسلمون الذين هم على الاسلام، و الذين يستقبلون القبلة فى صلاتهم، و كذلک ايضا يحجون و يتوجهون الى القبلة و لو كان من اهل الهواء الذين معهم شئ من النقص فى دينهم، او عندهم شئ من المعاصى، فانهم لايخرجون بالمعاصى عن الايمان، فلو شربوا الخمر وهم يعترفون بانهم مذنبون، او اكلوا شيئا من الربا مع اعترافهم بان الله تعالى حرمه، فان ذلک لايخرجهم من الاسلام، و لا يخرجون منه الا اذا كذبوا بشئ مما جاء به النبیﷺ تكذيبا جازما۔[13]

مسلمان وہ ہیں جو اسلام پر ہیں، اور جو اپنی نمازوں میں قبلہ (کعبہ) کی طرف منہ کرتے ہیں، اور اسی طرح حج کرتے اور قبلہ کی طرف ہی متوجہ ہوتے ہیں، اگرچہ اہل ھواء میں سے ہوں (اہل ھواء وہ) جنہوں نے اپنے دین میں (من پسند چیزوں سے) نقص (پیدا) کر لیا، یا وہ کوئی گناہ کرتے ہوں، پس بے شک وہ (مسلمان) گناہوں کے سبب ایمان سے نہیں نکلتے، اگرچہ وہ شراب پیئیں اس حال میں کہ وہ جانتے ہوں (یقین رکھیں کہ) وہ گناہ کرنے والے ہیں، یا سود کھائیں (اور یہ) یقین رکھیں کہ بے شک اللہ تعالی نے اسے حرام کیا ہے، پس یہ (کبیرہ گناہ بھی) انہیں اسلام سے نہیں نکالتے، اور وہ اسلام سے نہیں نکلتے یہاں تک کہ وہ کسی ایسی چیز کا مکمل اور یقینی انکار کر دیں جو نبی اکرم ﷺ لے کر آئے ہیں۔

واضح ہوا کہ تکفیر فقط عقیدہ کے باب میں ہے، عمل کے باب نہیں۔ یعنی تکفیر فقط اس کی ہوگی جو التزام کفر کا مرتکب ہو جیسا کہ اوپر کی سطور سے واضح ہے۔ ہاں اگر وہ لزوم کفر کے ارتکاب پر اصرار کرے تو کفر ہوگا۔

عقیدہ نظریے کا نام ہے، فعل یا عمل کا نام نہیں۔ ذیل کی سطور میں پہلے کسی بھی قسم کے فعل پر عدم تکفیر پر فقہاء امت کی تصریحات پیش کی گئی ہیں اس کے بعد عقیدہ اور عقیدہ کے مصادر ذکر کئے گئے ہیں۔ ان دلائل اور مصادر سے ہی واضح ہو گا کہ تکفیر نہ تو کسی قسم کے فعل میں ہو گی اور نہ ہی کسی بھی دلیل ظنی پر ہو گی بلکہ تکفیر کے دلیل قطعی کا ہونا لازمی ہے۔ الغرض فعل اور عمل کا تعلق فقہ سے ہے اور کسی بھی قبیح فعل کا انتہائی درجہ حرام ہے۔ فقہاء کے ہاں یہ بات بھی مسلم شدہ ہے کہ اگر کوئی شخص حرام کا مرتکب ہو رہا ہے اور جس قدر چاہے حرام کام کا مرتکب ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہو گا۔

والكبيرة لا تخرج العبد المؤمن من الايمان۔[14]

اور کبیرہ گناہ مومن بندے کو ایمان سے خارج نہیں کرتا۔

یعنی عمل کے جائز کی صورت میں اس کا اعلیٰ ترین درجہ فرض ہے اور اگر عمل منہیات میں سے ہو تو اس کا بلند ترین درجہ حرام ہے۔ کفر کسی صورت نہیں۔ فتویٰ تکفیر صرف اسی صورت ہو گا جب کوئی حلال کو حرام جانے یا حرام کو حلال جانے، کوئی فرضیت کا انکار کرے، مثلاً: نماز ادا نہ کرنا حرام ہے اور نماز کا انکار کر دینا کفر (العیاذ باللہ)۔ یہ حکم کفر اب فعل یا عمل پر نہیں بلکہ اس کے اس نظریہ اور عقیدہ پر جس سے وہ اللہ کریم کی حرام کردہ اشیاء کو حلال یا حلال اشیاء کو حرام جان رہا ہے۔ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ:

من استحل معصية قد ثبتت حرمتها بدليل قطعي فهو كافر۔[15]

جس نے ایسے گناہ کو حلال جانا جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے، پس وہ کافر ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

لا يكون الكفر كفرا حتى يعقد عليه القلب۔[16]

کوئی بھی (کفر، کفر کا کام) کفر نہیں ہوتا یہاں تک کہ دل بھی (اس کفر) پر عقیدہ رکھے۔

شرح العقائد النسفیۃ میں ہے:

ان حقيقة الايمان هو التصديق القلبي فلا يخرج المؤمن عن الاتصاف به الا بما ينافيه۔[17]

بے شک ایمان کی حقیقت تصدیق قلبی ہے، کوئی مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا جب تک کہ ایمان کے منافی (کوئی دلیل) نہ ہو۔

یعنی اعضاء کے اعمال ایمان میں داخل نہیں، البتہ بعض اعمال جو قطعاً منافیٔ ایمان ہوں ان کے مرتکب کو کافر کہا جائے گا۔ مزید آگے لکھتے ہیں کہ:

اذا كان بطريق الاستحلال و الاستخفاف كان كفرا لكونه علامة للتكذيب۔[18]

جب (کوئی شخص کسی حرام کام کو) حلال جانے اور اس میں تخفیف کرے تو کفر ہے، اس لئے یہ کہ (حکم قطعی کو) جھٹلانا ہے۔

شرح الفقہ الاکبر میں ملا علی قاری رحمۃاللہ علیہ نے استحلال المعصیۃ کے عنوان کے تحت تصریح فرمائی ہے کہ:

من انه اذا اعتقد الحرام حلالا، فان کان حرمته لعينه، وقد ثبت بدليل قطعی يکفر والا فلا، بان تکون حرمته لغيره، او ثبت بدليل ظنی۔[19]

جس نے حرام کو حلال سمجھا، بس وہ حرمت لعینہ ہو، اور دلیل قطعی سے ثابت ہو، وہ کافر ہو گیا، اور اگر (دلیل قطعی نہ ہو) تو (حکم کفر) نہیں، کہ اس کی حرمت لغیرہ ہو، یا دلیل ظنی سے ثابت ہو۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ واضح ہو گیا کہ قبیح سے قبیح عمل بھی کفر نہیں ہو تا جب تک کہ دل یعنی نظریہ اور عقیدہ کفر پر نہ ہو یا استہزاء کی نیت نہ ہو۔ جب یہ اظہر من الشمس ہو گیا کہ تکفیر فقط عقیدہ کے باب میں ہو گی تو اب ذیل کی سطور میں عقیدہ کی تعریف اور مصادر پیش ہیں تا کہ یہ واضح ہو سکے کہ عقیدہ کے لئے کون سے دلائل درکار ہوں گے اور کن دلائل کا انکار کفر ہو گا۔

عقیدہ کی تعریف

شیخ علی بن محمد بن علی الجرجانی اپنی کتاب معجم التعریفات میں لکھتے ہیں:

العقائد ما يقصد فيه نفس الاعتقاد دون العمل۔ [20]

عقائد وہ ہیں جن پر پختہ یقین کیا جائے اور ان میں عمل کا دخل نہ ہو۔

مصادر العقیدہ

تعریف کے بعد دوسرا اہم سوال مصادر العقائد کا ہے کہ ایسے کون سے مصادر ہیں جن سے عقیدہ کو اخذ کیا جائے۔ علماء امت اس پر متفق ہیں کہ عقیدہ فقط قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ سے اخذ کیا جا سکتا ہے اس میں مزید کسی دوسرے مآخذ کا عمل دخل نہیں۔ ڈاکٹر عبد القادر بن محمد عطا صوفی نے اپنی کتاب المفید فی مھمات التوحید کی المبحث الثانی میں امام شاطبیؒ کی الاعتصام کے حوالے سے مصادر العقیدۃ الاسلامیۃ کے تحت واضح کیا کہ:

العقيدة الإسلامية لها مصدران فقط، هما: كتاب الله عزوجل، وما صح من سنة رسول الله ﷺ. وليس للعقيدة مصدر(الآخر)؛ لأن إجماع السلف الصالح لا يكون إلا على الكتاب والسنة ۔ [21]

عقائد اسلامیہ کے فقط دو مصدر ہیں؛ پہلا کتاب اللہ عزوجل اور دوسرا احادیث صحیحہ۔ عقیدہ کا کوئی تیسرا مصدر نہیں ہے، اس لئے کہ سلف صالحین کا اجماع سوائے قرآن وحدیث پر ہونے کے ممکن نہیں۔

عقائد کے باب میں دلیل ظنی قبول نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے نصوص قطعیہ ہی عقائد کا ماخذ بن سکتی ہیں۔ دلائل ظنی سے حاصل ہونے والا علم بھی ظنی ہی ہے اور عقائد قطعیت کا نام ہے نہ کہ ظنیت کا۔ مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے افادات بنام "فقہ حنفی کے اصول وضوابط مع احکام السنۃ والبدعۃ" میں لکھتے ہیں:

> عقائد قطعیہ کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے جو ثبوتاً بھی قطعی ہو اور دلالۃ بھی قطعی ہو اور عقائد ظنیہ کے لئے دلیل ظنی کافی ہے بشرطیکہ اپنے مافوق کے ساتھ معارض نہ ہو ورنہ دلیل مافوق ماخوذ ہوگی اور یہ دلیل متروک ہوگی۔ ظن کا عقائد میں دخل نہیں البتہ فقہیات میں ہے کیونکہ فقہ میں ضرورت عمل کی ہے۔[22]

مزید صفحہ 136 پر رقمطراز ہیں:

> عقائد قطعیہ کے لئے ضرورت ہے دلیل قطعی کی جو ثبوتا بھی قطعی ہو اور دلالۃ بھی قطعی ہو۔[23]

عقائد کے باب میں فقط قرآن وحدیث کی نصوص قطعیہ سے ہی دلیل لی جاسکتی ہے۔ نصوص ظنیہ سے عقائد کا ثبوت ممکن نہیں۔ دلائل قطعیہ میں قرآن وحدیث سے وہ آیات ہیں جو ظاہر، مفسر، محکم کے درجے میں ہوں۔ دلیل قطعی کی بحث کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> ان الادلة السمعية اربعة: الاول: قطعى الثبوت والدلالة كنصوص القرآن المفسره والمحكمة والسنة المتواتره التى مفهومها قطعى۔ الثانى: قطعى الثبوت وظنى الدلالة كالآت المؤولة۔ الثالث: عكسه كاخبارالاحاد التى مفهومها قطعى۔ الرابع: ظنيهما كاخبارالآحاد التى مفهوها ظنى۔ فبالاول يثبت الفرض والحرام وبالثانى والثالث الواجب والكراهة التحريم وبالرابع السنة والمستحب۔[24]
>
> بیشک ادلہ سمعیہ چار ہیں: پہلی دلیل: قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ جیسے قرآن کی وہ مفسر اور محکم آیات اور احادیث متواتر جن کا مفہوم قطعی ہو۔ دوسری دلیل: قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ جیسے مؤول آیات۔ تیسری دلیل: اس کے برعکس ہے (یعنی ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ) جیسے وہ اخبار احاد جن کا مفہوم قطعی ہے۔ چوتھی دلیل: ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے جیسے وہ اخبار احاد جو ظنی الدلالۃ ہیں۔

لہذا فرض اور حرام پہلی دلیل سے ثابت ہیں، واجب اور مکروہ تحریمی دوسری اور تیسری قسم کی دلیل سے ثابت ہوتے ہیں جبکہ چوتھی قسم کی دلیل سے سنت اور مستحب وغیرہ ثابت ہوتے ہیں۔ اگر فرض اور حرام فقط پہلے درجے کی دلیل سے ثابت ہوتے ہیں تو تکفیر و تضلیل دوسرے، تیسرے اور چوتھے درجے کے دلائل سے کیسے ہو سکتی ہے؟ لہذا فتوی کفر فقط دلائل قطعیہ کی بنیاد پر ہی دیا جا سکتا ہے۔ دلیل ظنی اس امر میں قبول نہیں۔ احادیث میں سے عقیدہ کے باب میں احادیث متواترہ سے دلیل اخذ کی جائے گی کیونکہ فقط حدیث متواترہ ہی قطعی الدلالۃ ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

أن خبر التواتر يفيد العلم الضروري۔[25]

بے شک خبر متواترہ علم ضروری (قطعی و یقینی) کا فائدہ دیتی ہے۔

اور اصول الشاشی میں ہے:

المتواتر يوجب العلم القطعي ويكون رده كفرا۔[26]

خبر متواتر علمی قطعی کو واجب کرتی ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

احناف کے نزدیک حدیث مشہورہ بھی ظن قوی کا فائدہ دیتی ہے۔ اصول الشاشی میں ہے:

المشهور يوجب علم الطمأنينة ويكون رده بدعة۔[27]

خبر مشہور اطمینان کا فائدہ دیتی ہے (جو قطعی کے قریب ہوتا ہے) اور اس کا رد کرنا بدعت ہے۔

فقط خبر واحد سے عقیدہ اخذ کرنے کے بارے میں شرح الفقہ الاکبر میں ملا علی قاری نے واضح لکھا ہے کہ:

فان الآحاد لا تفيد الاعتماد فی الاعتقاد ۔ [28]

بے شک خبر واحد عقیدہ کے باب میں اعتماد کا فائدہ نہیں دیتی۔ (یعنی خبر واحد اگرچہ وہ کسی بھی درجہ کی ہو اس سے عقیدہ کا ثبوت ممکن نہیں۔)

شرح عقائد نسفی میں ہے:

ان خبر الواحد علی تقدير اشتماله على جميع الشرائط المذكورة فی اصول الفقه لا يفيد الا الظن، ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقاديات۔ [29]

حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور عقیدہ کے باب میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

یہ واضح ہو گیا کہ عقائد فقط دلائل قطعیہ سے ہی ثابت ہوں گے حتی کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خبر واحد ظنی الدلالۃ ہوتی ہے۔ شریعت مطہرہ میں کفر بعد از ایمان کے لئے مرتد کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ ایسا شخص جو مسلمان ہو اور اس پر حکم کفر لگایا جائے وہ درحقیقت مرتد کہلائے گا اور اس پر احکام ارتداد لاگو ہوں گے۔

فقہاء نے مرتد کی تعریف یوں بیان کی ہے؛

هو الراجع عن دين الاسلام الى الكفر، مثل من انكر وجود الصانع الخالق، او نفى الرسل، او كذب رسولا، او حلل حراما بالاجماع كالزنا و اللواط و شرب الخمر و الظلم، او حرم حلالا بالاجماع كالبيع و النكاح، او نفى وجوب مجمع عليه، كانه نفى ركعة من الصلوات الخمس المفروضة، او اعتقد وجوب ما ليس بواجب بالاجماع، كزيادة ركعة من الصلوات المفروضة، او صوم شيئ من شوال، او عزم على الكفر غدا، او تردد فيه۔[30]

(مرتد) وہ ہے جو دین اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جائے، مثلاً جو خالق (تعالیٰ) کے وجود کا انکار کر دے، یا رسولوں کی نفی کر دے، یا رسول کو جھٹلادے، یا حرام کو حلال جانے (وہ حرام جس پر) اجماع ہو جیسے زنا اور لواطت اور شراب پینا اور ظلم کرنا یا حلال کو حرام جانے (وہ حلال جس پر) اجماع ہو جیسے خرید و فروخت اور نکاح، یا اس وجوب کی نفی کرے جس پر اجماع ہو جیسے پانچ فرض نمازوں کی رکعتوں کی نفی کرنا، یا ایسی چیز کے وجوب پر اعتقاد رکھے جس پر اجماع نہ ہو، جیسے فرض نمازوں کی رکعتوں میں زیادتی، یا شوال میں سے کسی دن کا روزہ، یا (مستقبل کے) کل میں کفر کا عزم کرے، یا (اسلام اور ایمان) میں شک کرے۔

واضح ہوا کہ فتوی کفر فقط دلائل قطعیہ کی بنا پر ہو گا۔ دلیل ظنی سے اختلاف کرنے سے کسی کی تکفیر کا جواز نہیں۔ اسی لئے فقہاء کرام نے فتوی کفر صادر کرنے میں انتہاء درجے کی احتیاط کا حکم دیا ہے۔

فتوی تکفیر میں احتیاط

ذیل میں مختلف فقہائے کرام اور علماء کے اقوال فتوی تکفیر میں احتیاط کے مسئلے کی مکمل رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ جیسا کہ رد المحتار علی در المختار میں علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

إذا كان في المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه، فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم۔ [31]

جب کسی مسئلہ میں ایسی وجوہ ہوں جو کفر کو واجب کریں اور اس میں ایک ایسی وجہ بھی ہو جو کفر کو منع اور روکنے والی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ مسلمان پر حسن ظن کرتے ہوئے اس وجہ کی طرف مائل ہو جو کفر کو منع کرنے والی ہے۔

یہاں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح فرمادیا کہ جب کلام میں کئی اسباب پائے جائیں، ان میں سے ایک سبب بھی ایسا ہو جو کفر کے مانع ہو تو حسن ظن قائم رکھتے ہوئے فتوی کفر سے اجتناب کیا جائے۔ مفتی سعید احمد پالن پوری اپنی کتاب "آپ فتوی کیسے دیں" میں ساتویں قاعدے کے تحت علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> اور وہ بات جو منقح ہو چکی ہے وہ یہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان کی تکفیر کا فتوی نہیں دیا جائے گا جس کے کلام کو اچھے محل پر محمول کیا جا سکتا ہو یا جس کلام کے کفر ہونے میں روایتیں مختلف ہوں، اگرچہ اختلاف پیدا کرنے والی روایت ضعیف ہو۔[32]

مولانا احمد رضا خان نے فتاوی رضویہ کی جلد 12 میں ایک مسئلے کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

> بالجملہ تکفیر اہل قبلہ واصحاب کلمہ طیبہ میں جرات وجسارت محض جہالت بلکہ سخت آفت جس میں وبال عظیم ونکال کا صریح اندیشہ والعیاذ باللہ رب العالمین، فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول وفعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع وفظیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں، اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔[33]

گویا کہ جب کسی کے کلام یا عمل میں احتمال موجود ہو تو وہاں تکفیر جائز نہیں ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

> قد ذکروا ان المسالة المتعلقة بالکفر اذاکان لها تسع وتسعون احتمالا للکفرواحتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی۔[34]
>
> تحقیق فقہاء نے مسئلہ تکفیر کے بارے ذکر کیا کہ اگر اس میں ننانوے احتمالات کفر کی طرف ہوں اور فقط ایک احتمال کفر کی نفی کا ہو تو بہتر یہ ہے کہ قاضی اور مفتی اس کو نفی کفر پر محمول کرے۔

اسی طرح فتاوی تاتارخانیہ، کتاب احکام المرتدین میں ہے کہ:

> الاصل ان لایکفر احد بلفظ محتمل؛ لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة ومع الاحتمال لانهایة۔[35]
>
> کسی بھی محتمل لفظ پر تکفیر نہیں کی جائے گی اس لئے کہ کفر انتہاء کی سزا ہے جو انتہائی جرم کا تقاضا کرتی ہے اور احتمال کی موجودگی میں انتہائی جرم کا حکم نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر مسلمہ اصول ہے کہ شک وشبہ کی بنیاد پر حد ساقط ہو جائے گی۔ حد انتہاء درجے کی سزا ہے۔ اس کا ثبوت بھی دلائل قطعیہ سے ہونا لازمی ہے اور سزا کے نفاذ کے لئے بھی ہر قسم کے شک وشبہ، احتمال سے پاک ہونا ضروری ہے۔ لہذا

ظنی مسائل کے انکار پر تکفیر ممکن نہیں۔ مولانا مجیب اللہ گونڈوی شرح عقائد نسفی کی اردو شرح بیان الفوائد حصہ دوم میں لکھتے ہیں کہ:

> کتاب و سنت کی نصوص کو بایں معنی رد کرنا کفر ہے کہ ان احکام کا انکار کر دیا جائے جن پر کتاب اللہ اور سنت متواترہ کے ایسے نصوص دلالت کرتے ہیں جن میں تاویل کا کوئی احتمال نہیں، اس لئے کہ ایسا کرنا اللہ ورسول کی صریح تکذیب ہے۔[36]

اسلاف امت میں تمام فقہاء ان اصول و قواعد کے پابند تھے۔ آج بھی اگر مختلف مسالک کے علماء فقہاء کرام کے اصول و قواعد کو مد نظر رکھیں اور دوسرے کی رائے کو سمجھنے اور دوسرے کی رائے کو تعصب سے بالاتر ہو کر دلائل دیکھنے کی روش اپنالیں تو ہمارے بیشتر اختلافی مسائل خود بخود حل ہو جائیں۔ فقہاء کرام کی تصریحات کو دیکھتے ہوئے تجاویز کے طور پر اصول تکفیر کے مندرجہ ذیل نکات بن سکتے ہیں:

1. فتوی کفر یا حکم ارتداد اس صورت ہو گا جب مسلمان ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے۔
2. کوئی ایسا عمل کرے جو صریح و قطعی طور پر اہانت اور کفر کے زمرے میں ہو۔
3. جہاں احتمال ہو، تاویل کی گنجائش ہو اور اس عمل یا قول کے بارے میں علماء کا اختلاف ہو، وہاں حکم تکفیر سے اجتناب کیا جائے۔
4. عمل کی بنیاد پر فتوی کفر سے اجتناب کیا جائے۔ اگر نماز قضاء کرنے والا حرام کر رہا ہے لیکن پھر بھی مسلمان ہے تو اس سے بڑھ کر اور حرام فعل نہیں۔ لہذا کسی کے عمل پر حکم تکفیر سے اجتناب کیا جائے۔
5. ایسے نظریات و افکار جن کا جواز یا عدم جواز دلائل قطعیہ پر نہ ہو، ان میں حکم تکفیر نہ لگایا جائے۔
6. جس حد تک ممکن ہو، اہل قبلہ و اہل اسلام کی تکفیر کا جواز نہیں۔
7. خبر واحد کو دلیل بنا کر فریق مخالف کو گمراہ، گستاخ، کافر قرار دینے سے گریز کیا جائے کہ خبر واحد ظن کا فائدہ دیتی ہے جبکہ حکم تکفیر کے لئے قطعیت کی ضرورت ہے۔
8. اگر کسی کے اعمال قبیح سے قبیح تر ہوں، حرام کا مرتکب ہو لیکن عقائد قطعیہ درست ہوں تو ایسے شخص کی تکفیر بھی جائز نہیں۔

خلاصۃ البحث

اگر ہم فقہاء کی عبارات سے اخذ شدہ ان قواعد پر متفق ہو جائیں تو یقیناً ہم تکفیری سوچ کو ختم کرتے ہوئے بے جا تضلیل و تکفیر سے بچ سکتے ہیں۔ اتحاد امت کے لئے بھی پہلی سیڑھی تکفیری سوچ کا خاتمہ ہے۔ اور تکفیری سوچ سے اجتناب اسی صورت

ممکن ہے کہ عقائد کو افکار، نظریات، معمولات سے امتیاز کیا جائے۔ دلائل قطعیہ کی بنیاد پر ثابت ہونے والے عقائد کا اگر کوئی منکر ہو تو اس پر اجماعی طور پر حکم کفر لگایا جائے، مثلاً: ختم نبوت کے مسئلہ پر تمام مسالک کے علماء نے متفقہ طور پر احمدی و لاہوری گروپ کو خارج از اسلام قرار دیا[37]۔ اور ایسے افعال و معمولات جو مختلف مسالک سے تعلق رکھتے ہیں، جن کے ثبوت یا عدم ثبوت کا دار و مدار دلائل قطعیہ نہیں بلکہ دلائل ظنیہ، قیاس، استحسان وغیرہ ہیں، ان پر حکم کفر لگانے سے اجتناب کیا جائے۔ تکفیری سوچ کا بہترین حل یہ ہی ہے کہ ہر قول و عمل کو اس کے درجہ میں رکھ کر اس کی دلیل شرعی کے مطابق بغیر تعصب کے حکم لگایا جائے۔ عصر حاضر میں مقبول چند معمولات بطور مثال کے پیش ہیں، جن پر بدقسمتی سے جذباتی پن کا اظہار کرتے ہوئے کفر تک کے فتوے دے دیئے جاتے ہیں۔

میلادالنبی ﷺ: رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہر مسلمان کے لئے اہم ہے۔ آج سے سو سال قبل اس موضوع پر اس قدر شدت پسندانہ اختلاف نہ تھا۔ اختلاف ولادت باسعادت کی تاریخ مقرر کر کے جشن منانے پر ہے۔ اگر ہم اوپر کی سطور کی بحث کو ذہن میں رکھیں تو یہ معاملہ نہ تو ضروریات دین میں سے ہے اور نہ ہی اس کے جواز و عدم جواز پر کوئی قطعی دلیل موجود ہے۔ پھر میلاد منانے کا جشن کرنا ایک عمل ہے نہ کہ عقیدہ، جو میلاد کا جشن نہیں کرتا وہ بھی رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالی کا نبی تسلیم کرتا ہے اور حضور ﷺ کی ولادت کو تسلیم کرتا ہے۔ بس عقیدہ قطعیہ یہاں تک ہی ہے لیکن فریقین اس عمل کے کرنے یا نہ کرنے کو بنیاد بنا کر اپنے مخالف کو کافر یا گستاخ قرار دینے میں جھجک محسوس نہیں کرتے۔ حالانکہ عقیدہ میں تو اختلاف ہے ہی نہیں، اختلاف تو جشن کے عمل پر ہے اور عمل زیادہ سے زیادہ حرام ہو سکتا ہے کفر نہیں۔

صلوۃ والسلام: نبی اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ پر درود پاک پڑھنا باعث خیر و برکت ہے اس پر کسی قسم کا اختلاف بھی نہیں، اور فقط اس کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ اس کے علاوہ کھڑے ہو کر کسی بھی زبان میں رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا، کسی خاص وقت میں بھیجنا یا نہ بھیجنا عقیدہ نہیں عمل ہے۔ لہذا اس عمل میں فقط کھڑے ہو کر پڑھنے یا نہ پڑھنے، کسی خاص وقت پڑھنے یا نہ پڑھنے، کسی اور زبانمیں درود و سلام پڑھنے یا نہ پڑھنے کو بنیاد بنا کر فریق مخالف پر حکم کفر لگا دینا یقینا فقہاء کرام کے بیان کردہ اصول و قواعد کے خلاف ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں عصر حاضر میں ایک بہت بڑے اختلاف کا سبب بننے والے معمولات کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ فقط ان دو معمولات کو سامنے رکھ کر، باقی تمام احکام و افعال، عقائد و نظریات سے صرف نظر کر کے تضلیل و تکفیر کر دی جاتی ہے۔ عقائد و اعمال کے فرق کی وضاحت کرنے کی غرض سے ایک فرضی مثال پیش ہے۔

اگر کوئی شخص العیاذ باللہ تعالی (بت وغیرہ کے علاوہ) کسی غیر اللہ کو سجدہ کر رہا ہو تو اس پر فوراً حکم کفر یا حکم شرک نہیں لگے گا بلکہ اس سے دریافت کرنا ہو گا کہ اس کے غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا مقصد کیا ہے؟! اگر وہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اس غیر کو معبود

مان کر، خالق حقیقی مان کر، رب مان کر سجدہ کرتا ہے تو اس پر حکم کفر وارتداد ہوگا اور اس کے دیگر قانونی معاملات قاضی کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اور اگر وہ شخص یہ ارادہ ظاہر کرے کہ اس کی نیت سجدہ تعظیمی کی ہے تو علماء امت کے اجماع کے مطابق شریعت مطہرہ میں سجدہ تعظیمی حرام ہے۔

المحیط البرہانی میں ہے کہ؛

السجدة على وجه التحية نفسها ليس بكفر[38]

تعظیم کے نیت سے سجدہ کرنا بنفسہ کفر نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وأجمع المسلمون على: أن السجود لغير الله محرم۔[39]

اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے: بے شک غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

لہذا اسے اس حرام سے روکا جائے گا لیکن فتوی کفر نہ ہوگا۔ پہلی صورت میں فتوی کفر سجدہ کی وجہ سے نہیں بلکہ سجدہ کے پیچھے کار فرما نیت، نظریہ اور عقیدہ ہے اور دوسری صورت میں فتوی کفر کو مانع بھی نیت اور عقیدہ کار فرما ہے۔ لہذا اس مثال کے مطابق ہمیں فقط عمل دیکھ کر فوراً تکفیر کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

تجاویز

1. معاشرے کو پر امن رکھنے کی خاطر یہود ونصاری سے قل يا أهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألا نعبد إلا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله فإن تولوا فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون کے تحت مل بیٹھ کر پالیسی مرتب کرنے کا حکم ہے تو ہم اہل اسلام کو چاہئے کہ فقط مسلک کے اختلاف کے باوجود تعصب کو بالائے طاق رکھ کر اصول و قواعد کی بنیاد پر ایک مشترکہ پالیسی مرتب کریں تاکہ معاشرے سے تکفیری سوچ کا رجحان ختم ہو۔
2. اختلافی مسائل پر فتاوی جات صادر کرنے کی بجائے مل بیٹھ کر، کفر، شرک، بدعت کی متفقہ تعریفات مقرر کر لی جائیں۔ ان تعریفات کو سامنے رکھ کر ثالث مقرر کرتے ہوئے پر امن مذاکرہ کے ذریعے مسالک و مدارس کی تفریق سے بالاتر ہو کر مختلف فیہ مسائل کا حکم واضح کر لیا جائے۔ اس ضمن میں دیگر قومی اداروں، یونیورسٹیز کے اسلامک سٹڈیز کے پروفیسرز، بین الاقوامی یونیورسٹیز کے سکالرز، پروفیسرز کی خدمات بھی لی جاسکتی ہیں۔
3. علماء کرام کسی ایک جماعت/ شخص کی وجہ سے کسی دوسرے پورے مسلک پر فتوی دینے سے گریز کریں۔

4. عالم، مفتی، پیر، شیخ کی شرعی تعریفات مقرر کر کے حکومت سے نفاذ کروایا جائے تاکہ اپنی علمی حیثیت سے کم درجہ کے افراد دقیق مسائل پر بحث کرنے اور حکم لگانے سے گریز کریں اور معاشرہ بے جا اختلافات میں گھرنے کی بجائے پر امن رہے۔
5. صرف اپنے مسلک کو سچ سمجھنے سے گریز کیا جائے۔ اختلاف رائے کی قدر کرنی چاہئے۔ معاشرے میں موجود کوئی انسان بھی معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔
6. عوام الناس جن کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ نماز و روزہ کے صحیح مسائل معلوم نہیں، بنیادی عقائد و ضروریات دین کا علم نہیں، ان میں اختلافی مسائل کو زیر بحث نہ لایا جائے۔
7. کسی ایک اختلاف کی وجہ سے دوسرے مسلک کے تمام علماء و عوام پر فتوی سے گریز کیا جائے۔ فتوی عمل اور فعل پر ہونا چاہئے نہ کہ شخصیت، مدرسہ، جامعہ اور مسلک پر۔
8. اتحاد امت کے لئے پہلا قدم ہی کسی کی تکفیر سے اجتناب ہے۔ جب تک ہم آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہیں گے، امت کا اتحاد کیونکر ممکن ہو گا؟

واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ مولا کریم امت مسلمہ کو اتحاد عطا فرمائے۔ امن عطا فرمائے۔ اسلام کا بول بالا فرمائے۔ امت مسلمہ کو آپس میں جسد واحد کی طرح رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین.

حوالہ جات و حواشی

[1] آل عمران: 3: 105۔

Āl'Imran, 3:105.

[2] محمد بن عیسی الترمذی، سنن الترمذی (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، 1975) 4:466، رقم الحديث: 2167.

Muḥammad bin'ĪSA al-Tirmiḏhī, *Sunan al-Tirmiḏhī* (Egypt: Šarikah Maktabah waMaṭba'ahMusṭafa al-Babī Al-Ḥalabī, 1975), 4:466, Hadith no: 2167.

[3] سلیمان بن اشعث ابو داؤد، سنن ابی داؤد (بیروت: المكتبة العصرية)، 3:321، رقم الحديث: 3657.

Sulyman bin Al-Aša'ṯ AbūDawūd, *Sunan Abū Dawūd* (Beirut: Al-Maktabah al-'aṣariyah), 3:321, Hadith no: 3657.

[4] محمد بن عیسی الترمذی، سنن الترمذی (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، 1975)، 5:199، 2950.

Muḥammad bin 'ĪSA al-Tirmiḏhī, Sunan al- Tirmiḏhī (Egypt: Šarikah Maktabah waMaṭba'ahMusṭafa al-Babī Al-Ḥalabī, 1975), 5:199, Hadith no: 2950.

---

[5]محمد بن عيسى الترمذى، سنن الترمذى (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، 1975)، 200:5، 2952.

Muḥammad bin ʻĪSA al-Tirmiḏhī, Sunan al- Tirmiḏhī (Egypt: Šarikah Maktabah waMaṭba'ahMusṭafa al-Babī Al-Ḥalabī, 1975), 5:200, 2952.

[6]النساء: 94:4.

Al Nisa', 4:94.

[7]مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم (تركيا: دار الطباعة العامرة، 1334ھ) 56:1، رقم الحديث: 60.

Muslim bin Ḥağağ, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Turkiya: Dār al-Ṭba'ah al-'amirah, 1334H), 1:56, Hadith no: 60.

[8]ابو الليث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، فتاوی النوازل (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2004ء)، 285.

Abū Al-LayṯNaṣr bin Muḥammad Samarqandī, *Fatāwā al-Nawazil* (Beirut: Dār al-Kutab al-'Ilmiyah, 2004), 285.

[9]محمد امين ابن عابدين، حاشيه رد المحتار،طبعة ثانية. (بيروت: دار الفكر، 1966)، 233:4.

Muḥammad Amīn Ibn 'abidīn, *Ḥašiyah Rad al-Muḥtār*, edition 2. (Beirut: Dār al-Fikr, 1966), 4:233.

[10]دار الافتاء دار العلوم دیوبند الہند، فتوی نمبر: 163019۔ (فتوی لنک: Fatwa:1132-928/B=11/1439، سن اشاعت 24 جولائی 2018ء)۔

Dār al-Ifta' Dār al-'Uloom Deoband al-Hind, Fatwā no: 163019. (Fatwa:1132-928/B=11/1439, Published on: 24th July, 2018).

[11]عضد الدين عبد الرحمان بن احمد الايجى، كتاب المواقف (بيروت: دار الجيل، 1997)، 561:3.

'Aḍūd al-Dīn'Abd al-Rahman ibn Ahmad al-Ījī,*Kitab Al-Mawāqif* (Beirut: Dār al-Jeel, 1997), 3:561.

[12]علی بن سلطان محمد الھروی، شرح الفقه الاکبر (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن ندارد)، 154.

'Ali bin SulṭanMuḥammad al-Harawi, *Šarahal-Fiqh al-Akbar* (Lahore: MaktabahRaḥmaniyah), 154.

[13]عبد الله بن الجبرين، الرياض الندية على شرح العقيدة الطحاوية المعروف تعليقات على شرح الطحاويه (رياض: دار الصميعى، 2010)، 204:3.

'Abdullah bin al-Jabarīn, *al-Riyadh al-Nadaiyah 'ala Šarahal'aqeedah al-Ṭahawiyah al-Ma'rūfTa'liqāt 'ala Šarah al-Ṭaḥawiyah* (Riyaḍ: Dār al-Sami'ī, 2010), 3:204.

[14]نجم الدين ابو حفص عمر بن محمد النسفى، متن العقائد النسفية (كراچی: مكتبة المدينه، 2016)، 253-254.

Nağam al-DīnAbūHafṣ'Umar bin Muḥammad al-Nasafī, *Matan al-'Aqa'īdal-Nasafīyah* (Karachi: Maktabah al-Madīnah, 2016), 253-254.

[15]علی بن سلطان محمد الھروی، شرح الفقه الاکبر (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن ندارد)، 71.

'Ali bin SulṭanMuḥammad al-Harawi, *Šarahal-Fiqh al-Akbar* (Lahore: Maktabah Raḥmaniyah), 71.

[16]فريد الدين عالم بن العلاء، فتاوى تاتارخانيه (ديوبند ہند: مكتبہ زكريا، 2014)، 282:7.

Farīd al-Dīn 'Alim bin al-'ala', *FatāwāTatarkhaniyah* (Deoband Hind: Maktabah Zikriyā, 2014), 7: 282.

[17] نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی،متن العقائد النسفیة (کراچی: مکتبة المدینه، 2016)، 255.

Nağam al-DīnAbūHafṣ'Umar bin Muḥammad al-Nasafī, *Matan al-'Aqa'īdal-Nasafīyah* (Karachi: Maktabah al-Madīnah, 2016), 255.

[18] العقائد النسفیة، 256.

Al-'Aqa'īdal-Nasafīyah, 256.

[19] علی بن سلطان محمد الهروی، شرح الفقه الاکبر (لاہور: مکتبه رحمانیه، س ن ندارد)، 152.

'Ali bin Sulṭan Muḥammad al-Harawi, *Šarahal-Fiqh al-Akbar* (Lahore: Maktabah Raḥmaniyah), 152.

[20] الجرجانی علی بن محمد السید الشریف، معجم التعریفات (قاہره: دار الفضیلة، س ن ندارد)، 128.

Al-Ğurğani'Ali bin Muḥammad al-Ṣaīyd al-Šarīf, *Mu'ğam al-Ta'rīfāt* (Cairo: Dār al-Faḍīlah), 128.

[21] عبد القادر بن محمد عطا صوفی، المفید فی مهمات التوحید (اردن: دار الاعلام، 2002)، 25.

'Abdul al-Qādir bin Muḥammad 'AtāSūfi, *Al-MufīdfīMuhimmāt al-Tauhīd* (Jordan: Dār al-'Alām, 2002), 25.

[22] اشرف علی تهانوی، فقه حنفی کے اصول و ضوابط مع احکام السنة و البدعة (لکھنؤ: اداره افادات اشرفیه، 2010)، 109.

Ashraf 'Ali Thānwī, *Fiqh Hanafī k UsūlwaḌwābiṭ ma' Aḥkamwa al-Bid'ah* (Lucknow: IdarahIfadātAšrafiyah, 2010), 109.

[23] اشرف علی تهانوی، فقه حنفی کے اصول و ضوابط مع احکام السنة و البدعة (لکھنؤ: اداره افادات اشرفیه، 2010)، 136.

Ashraf 'Ali Thānwī, *Fiqh Hanafī k UsūlwaḌwābiṭ ma' Aḥkamwa al-Bid'ah* (Lucknow: IdarahIfadātAšrafiyah, 2010), 136.

[24] محمد امین ابن عابدین عمر بن عبد العزیز، رد المحتار علی الدر المختار (بیروت: دار الفکر، 1992)، 1:95.

Muḥammad Amīn Ibn 'abidīn, *Rad al-Muḥtār'alā al-Durar al-Muḫtār* (Beirut: Dār al-Fikr, 1992), 1:95.

[25] احمد بن علی بن محمد العسقلانی، نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر فی مصطلح اهل الاثر (ریاض: مطبعة سفیر، 2001)، 41.

Ahmad bin 'Ali bin Muḥammad al-'Asqalani, *Nuzhat al-Naẓar fi TaudīhNaḫbah al-Fikr fīMuṣtalah Ahl al-Aṯar* (Riyad: Maṭba'ahSafīr, 2001), 41.

[26] احمد بن محمد بن اسحاق الشاشی، اصول الشاشی (بیروت: دار الکتاب العربی، 1981)، 272.

Ahmad bin Muḥammad bin Ishaq al-Šaši, *Usool al-Šaši* (Beirut: Dār al-Kitab al-'Arabi, 1981), 272.

[27] احمد بن محمد بن اسحاق الشاشی، اصول الشاشی (بیروت: دار الکتاب العربی، 1981)، 272.

Ahmad bin Muḥammad bin Ishaq al-Šaši, *Usool al-Šaši* (Beirut: Dār al-Kitab al-'Arabi, 1981), 272.

[28] علی بن سلطان محمد الهروی، شرح الفقه الاکبر (لاہور: مکتبه رحمانیه، س ن ندارد)، 57.

'Ali bin Sulṭan Muḥammad al-Harawi, *Šarahal-Fiqh al-Akbar* (Lahore: Maktabah Raḥmaniyah), 57.

[29]سعد الدين مسعود بن عمر التفتازانی، شرح العقائد النسفية (كراچي: مكتبة المدينة، 2016)، 305.

S'ad al-DīnMas'ūd bin 'Umar al-Taftazāni, *Šarah al-'-'Aqa'īdal-Nasafiyah* (Karachi: Maktabah al-Madīnah, 2016), 305.

[30]وهبة الزحيلى، الفقه الاسلامی و ادلته (دمشق: دار الفكر، 1985)، 183:6.

Wahbah al-Zuḥailī, *Al-Fiqh al-IslamīwaĀdillatuhu* (Damascus: Dār al-Fikr, 1985), 6:183.

[31]ابن عابدين محمد امين عمر بن عبد العزيز، رد المحتار على الدر المختار (بيروت: دار الفكر، 1992)، 224:4.

Muḥammad Amīn Ibn 'abidīn, *Rad al-Muḥtār 'alā al-Durar al-Muḫtār* (Beirut: Dār al-Fikr, 1992), 4:224.

[32] سعید احمد پالن پوری، آپ فتوی کیسے دیں؟ (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن ندارد)، 96.

Sa'īd Ahamd PālanPūri, *Ap Fatwā Kaisy Dain?* (Lahore: Maktabah Raḥmanīah), 96.

[33]احمد رضا خان، فتاوی رضویہ (لاہور: رضا فاؤنڈیشن، 1997)، 317:12.

Aḥmad Raza Khan, FatāwāRiḍwiyah (Lahore: Raza Foundation, 1997), 12:317.

[34] علی بن سلطان محمد الهروی، شرح الفقه الاكبر (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن ندارد)، 162.

'Ali bin Sulṭan Muḥammad al-Harawi, *Šarahal-Fiqh al-Akbar* (Lahore: Maktabah Raḥmaniyah), 162.

[35] امام فريد الدين عالم بن العلاء، فتاوی تاتارخانیہ (دیوبند، ہند: مکتبہ زکریا، 2014)، 282:7.

Farīd al-Dīn 'Alim bin al-'ala', *FatāwāTatarkhaniyah* (Deoband Hind: Maktabah Zikriyā, 2014), 7: 282.

[36] مجیب الله گونڈوی، بیان الفوائد (لاہور: اسلامی کتب خانہ، س ن ندارد)، 189.

Mujīb Allah Gondawī, Bayan al-Fawa'id (Lahore: IslamīKutabḪanah), 189.

[38] برہان الدين محمود بن احمد، المحيط البرہانی– كتاب الاستحسان و الكراهية، ت عبد الكريم سامی (بيروت: دار الكتب العلميه، 2004)، 396:5.

Burhān al-DīnMaḥmūd bin Aḥmad, al-Muḥīṭ al-Burhānī – Kitab al-Istaḥsānwa al-Karahīyah, Taḥqīq Abd al-KarīmSāmī (Beirut: Dār al-Kutab al-'Ilmiyah, 2004), 5:396.

[39]ابو العباس احمد بن عبد الحليم بن تيميه، مجموع الفتاوى (اسكندريه: دار الوفاء، 2005)، 358:4.

Abū al-'Abbas Aḥmad bin Abd al-Ḥalīm bin Taimīyah, Maǧmū' al-Fatāwā (Al-Āskandarīyah: Dār al-Wafā', 2005), 4:358.